صادق آل محمدؑ کے اقوال وارشاد کی روشنی میں

اسلامی تعلیمات کا اجمالی مطالعہ

ڈاکٹر محمد تعظیم جامعہ ملیہ اسلامیہ، نئی دہلی

میرے پیش نظر علامہ محمد غزالی کی کتاب ''الجانب العاطفی من الاسلام' کے اردو ترجمے بعنوان اسلامی تصوف: اسلام کا روحانی ونفسیاتی پہلو' میں مذکور حضرت امام جعفر صادقؑ کی بظاہر ایک عام سی گفتگو ہے جو اسلامی تعلیمات وعمل کی تلقین اور اسلامی بصیرت پر مبنی ہے۔ لیکن یہ گفتگو واقعتاً مذہبی روح، اخلاص ایمان ویقین کامل، صبر وقناعت، ریاضت نفس، حلم وبردباری، تقویٰ، اخلاق حسنہ اور افادیت و اہمیت علم کا باطنی خزینہ لئے ہوئے ہے۔ حضرت امام جعفر صادقؑ نے عام فہم اور سہل پسند انداز میں نہ صرف مسالک کے قلب وذہن کو جلا بخشی بلکہ صراط مستقیم کے متلاشی کی بھی رہنمائی فرمائی۔ شہر مدینہ میں حضرت عنوان نامی ایک ضعیف العمر شخص حضرت امام مالکؒ سے بھی کسب فیض کرتے رہے تھے ایک دن ان کے دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ وہ بھی خانوادۂ رسولؐ کے فرزند حضرت امام جعفر صادقؑ کے خزانۂ علم اور پند ونصائح سے مستفیض ہوں۔ جب وہ خدمت امامؑ میں حاضر ہوئے اور اپنا معروضہ پیش کیا تو صادق آل محمدؐ نے ارشاد فرمایا۔

''علم سیکھنے سے نہیں آتا، یہ تو ایک نور ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس شخص کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے جسے وہ ہدایت دینا چاہتا ہے۔ اگر آپ علم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اپنے دل میں بندگی کی حقیقت تلاش کیجئے۔ پھر اس حقیقت کو عملی جامہ پہنا کر علم طلب کیجئے اور اللہ تعالیٰ سے سمجھ مانگئے، وہ آپ کو فہم دے گا۔''

اس شخص نے عرض کیا کہ بندگی کی حقیقت کیا ہے؟

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا، تین چیزیں ہیں اول:

''اللہ تعالیٰ نے انسان کو جس چیز کا ذمہ دار بنایا ہے، آدمی اپنے آپ کو اس کا مالک نہ سمجھے۔ کیونکہ غلاموں کو حق مالکیت حاصل نہیں ہوتا، وہ مال کو اللہ کا مال سمجھتے ہیں اور جہاں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے وہیں خرچ کرتے ہیں۔'' یعنی جب انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیزوں کا اپنے آپ کو مالک

نہیں سمجھے گا تو جہاں خرچ کرنے کا حکم اللہ نے انسان کو دیا ہے، وہاں خرچ کرنا اس کے لئے آسان ہوجائے گا“

دوم:” آدمی اپنے لئے کوئی تدبیر نہ اختیار کرے“

یعنی جب انسان تدبیر کو آسمان اور زمین کے مدبّر کے حوالے کردے گا تو دنیا کی مصیبتیں اس کے لئے آسان ہوجائیں گی۔

سوم:” اللہ تعالیٰ نے جن چیزوں کے کرنے کا حکم فرمایا ہے اور جن چیزوں سے منع فرمایا، بس ان کی بجا آوری میں مشغول رہے۔“

یعنی جب انسان اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی بجا آوری میں مشغول ہوگا تو اس کا ریا کاری اورلوگوں کے ساتھ مقابلہ آرائی کی طرف دھیان ہی نہیں جائے گا۔ اسکے بعد ارشاد فرمایا:

” اور جب اللہ تعالیٰ کسی شخص کو ان تین نعمتوں سے نواز دے گا تو اس کے لئے دنیا ابلیس اورمخلوق سب معمولی ہوجائیں گے۔ وہ نہ کثرت وفخر کے لئے دنیا طلب کرے گا اور نہ لوگوں کے پاس موجود چیزوں کوعزت وسربلندی کے لئے طلب کرے گا اور نہ اپنے اوقات رائیگاں کرے گا۔ یہ تقویٰ کا پہلا درجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ آخرت کا گھر تو ہم ان لوگوں کے لئے مخصوص کردیں گے جو زمین پر اپنی بڑائی نہیں چاہتے ، نہ فساد برپا کرنا چاہتے ہیں اور انجام کی بھلائی متّقین کے لئے ہی ہے۔“[۱] جناب عنوان نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے عرض کیا،” حضرت مجھے نصیحت فرمائیں۔“ حضرت امام جعفر صادقؑ نے انہیں ریاضت نفس، بردباری اور علم کے تعلق سے نو باتوں کی نصیحت فرمائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا:

” اللہ کی راہ کے طلب گاروں کے لئے میری یہی نصیحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ان پر عمل کی توفیق دے۔ انہیں یاد کرلو اور ان باتوں کو معمولی سمجھنے سے پرہیز کرنا۔

ریاضت نفس کے تعلق سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے ارشاد فرمایا:

۱۔” جس چیز کی رغبت نہ ہو اسے نہ کھاؤ کیونکہ اس سے حماقت وکند ذہنی پیدا ہوتی ہے۔“

۲۔” صرف بھوک لگنے کی حالت میں ہی کھاؤ۔“

۳۔ اور جب کھاؤ تو حلال کھاؤ اور یہ حدیث رسولؐ یاد رکھو:” آدمی نے اپنے پیٹ سے زیادہ براکوئی برتن نہیں بھرا۔ اگر ایسا کرنا ناگزیر ہی ہے تو پیٹ کا کام ایک تہائی حصہ کھانے کے لئے ،

ایک تہائی پانی کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے ہونا چاہئے۔'' ۲

بُردباری وحلم سے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا:

۴۔'' جو آپ سے کہے کہ 'اگر تم ایک کہو گے تو دس سنو گے' اس سے کہو اگر تم دس کہو گے تو ایک بھی نہیں سنو گے''۔

۵۔'' جو آپ کو گالی دے اس سے کہو کہ اگر تمہاری بات سچّی ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کرے اور اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں معاف کرے۔''

۶۔'' اور جو آپ کی بدخواہی کرے اور برا بھلا کہے اس کی خیر خواہی کرو اور اس کے لئے بارگاہ خداوندی میں دعا کرو۔''

علم سے متعلق حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا:

۷۔'' علماء سے وہی بات پوچھو جو معلوم نہ ہو، ان کا امتحان لینے کے لئے یا اپنی بڑائی جتانے کے لئے نہ پوچھو۔''

۸۔'' اپنی رائے سے کسی چیز پر عمل نہ کرو۔''

۹۔'' جہاں تک ممکن ہو سکے احتیاط سے کام لو اور فتویٰ دینے سے اس طرح بھاگو جیسے لوگ شیر سے بھاگتے ہیں۔ اپنی گردن کو لوگوں کے لئے پل نہ بنا ڈالنا۔''

آخر کلام میں امام عالی مقام نے ان سے کہا اب جاؤ میں نے اپنی نصیحت پوری کردی۔'' ۳

حضرت امام جعفر صادقؑ کے مندرجہ بالا ارشادات درحقیقت تعلیمات اسلامی کا نہایت موثر اور دلپذیر مرقع ہیں۔ آپؑ نے ایمان ویقین کے لئے حصول علم کو معرفت خدا، بندگیٔ رب، تقدیر پر یقین کامل، صبر وقناعت، اللہ پر توکل، اکل حلال اور تقویٰ کے حصول کی اساس قرار دیا ہے۔ حضرت علیؑ نے کہا تھا کہ'' ایمان کی بنیاد چار ستونوں پر قائم ہے: یقین، صبر جہاد اور عدل اور انہوں نے یہ بھی کہا کہ صبر کو ایمان کی نسبت سے وہی مقام حاصل ہے جو جسم میں سر کو حاصل ہے۔ جس کا سر نہیں اس کا جسم نہیں اور جس میں صبر نہیں اس میں ایمان نہیں۔ ۴

حضرت امام جعفر صادقؑ کی اس گفتگو کا محور ومرکز علم، ایمان ویقین، ریاضت نفس، حلم وبردباری ہے۔ آپ نے اپنے کلام کا آغاز اہمیت علم سے کیا اور خاتمہ افادیت علم کے ساتھ کیا۔

اسلامی تصور میں علم در اصل احکام خداوندی یعنی امرونہی کے جاننے کا نام ہے۔ جس علم کے حصول کو اللہ نے فرض قرار دیا وہ احکام الٰہی ہیں۔ اسی لئے رسولؐ خدا نے کہا کہ ”علم کی طلب ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض ہے۔۵ اور پھر نبی آخر الزماں پر پہلی وحی کا نزول لفظ اقراء کے حکم ربّانی سے ہوا تھا۔ آیت ربّانی ”پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو جمے ہوئے خون سے۔ پڑھ، اور تیرا رب بڑا کریم ہے جس نے تعلیم دی قلم کے واسطے سے۔ اس نے انسان کو سب کچھ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا۶ معرفت خالق کی آگہی کی طرف ہی اشارہ کررہی ہے۔ اس کے جاننے میں عمل بھی داخل ہے عمل سے پہلے علم کا درجہ ہے۔ اسی لئے عالم کو عمل کا امام بتایا گیا تاکہ قلب انسانی کی مکمل تطہیر کرنا ممکن ہوسکے۔

امام جعفر صادقؑ کا یہ کہنا کہ علم سیکھنے سے نہیں آتا ہے اس حقیقت کی طرف اشارہ ہے کہ علم تبھی فائدہ مند ہوگا، جب مکمل صدق دلی کے ساتھ اس پر عمل کیا جائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علم کو حافظے کے خزانے میں محفوظ کرنے اور محض زبان پر جاری رکھنے کے خلاف آگاہی دی ہے۔ حضرت جابر کی روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ”علم دو طرح کا ہوتا ہے، ایک علم دل میں ہوتا ہے اور یہی مفید ہے اور دوسرا علم زبان پر ہوتا ہے جو ابن آدم کے خلاف اللہ تعالیٰ کی حجّت بنتا ہے۔ ۷

در اصل عمل کی بنیاد جب علم ہوتی ہے تو انسان کے اندر حق و باطل اور خیر وشر میں تمیز کرنے کی بصیرت پیدا ہوتی ہے۔ اور یہی بصیرت وہ نور ہے جو اللہ تعالیٰ صالحین کے دلوں میں ڈالتا ہے۔ لیکن دو قسم کے افراد اس نور سے محروم رہتے ہیں، ایک جاہل عبادت گذار، اور دوسرے کوتاہ عمل علماء۔ جاہل عبادت گذار تو اپنی کم عقلی کی وجہ سے اور بے عمل عالم اپنی بدنیتی اور غلط رخ کی وجہ سے جو خود اپنے لئے بھی خطرہ ہوتا ہے اور اپنی قوم کے لئے بھی۔ کیونکہ حقیقی عالموں کا فقر اختیاری اور جاہلوں کا فقر اضطراری ہوتا ہے۔ علم کی بنیاد ہی سے انسان کا رشتہ اس کے خالق و مالک حقیقی سے مربوط ہوتا ہے۔ علم ہی انسان کو تاریکی سے روشنی کی طرف، بے عملی سے عمل کی طرف، مایوسی سے امید کی طرف اور الحاد سے بندگی رب کی طرف لاتا ہے۔ کیونکہ علم خالق کی معرفت انسانیت کی معراج حق و باطل کی تمیز اور عقل و دانش کی محکم دلیل ہے۔ اس لئے قرآن کریم ہمیں یہ دعا ”اور کہہ! پروردگار میرے علم میں اضافہ فرما“۸ بھی سکھاتا ہے۔ نیز قرآن عظیم میں علم کو باعث فضیلت

قرار دیتے ہوئے اہلِ علم کے بلند درجات کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے:" تم میں سے جو ایمان لائے اور جنہیں علم دیا گیا ، اللہ ان کے درجے بلند کرے گا۔۹ ساتھ ہی یہ بھی وضاحت کردی کہ" کیا وہ لوگ جو جانتے ہیں اور جو نہیں جانتے برابر ہوسکتے ہیں۔۱۰ اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہوا:" بلاشبہ خدا سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علم رکھتے ہیں"۔ ۱۱ اور حدیث رسولؐ ہے۔ جس شخص نے ایک راستہ علم کی طلب میں طے کیا وہ جنّت کے راستوں میں سے ایک راستہ پر چلا۔ ایک دفعہ ارشاد ہوا گود سے موت تک علم حاصل کرتے رہو ۱۲ حضرت معاذ بن جبل علم کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں" علم سکھاؤ اس لئے کہ علم کا سکھانا نیکی ہے اور اس کا طلب کرنا عبادت اور اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح اور س پر بحث کرنا جہاد ، اس کا خرچ کرنا تقرّب الٰہی کا ذریعہ اور نہ جاننے والے کو بتانا صدقۂ جاریہ ہے۔ ۱۳

علم کی اسی افادیت واہمیت کے مدّنظر جس کا ذکر بار بار خدائے عزّ وجلّ نے قرآن کریم میں کیا اور رسولؐ خدا کی زبان مبارکہ سے ہوتا رہا، تو پھر اس کی عام فہم توضیح وتشریح فرزند رسولؐ کی زبان سے کیوں نہ ہوتی جو ایمان ویقین محکم اور حقیقت بندگی کی اساس ہے۔ اسی لئے شیخ ابو نصر سراج طوسی نے کہا تھا کہ" علم عیاں بھی ہے اور نہاں بھی ۔قرآن کھلا بھی ہے اور پوشیدہ بھی اور حدیث رسولؐ ظاہر بھی ہے اور باطن بھی۔ ۱۴

امام جعفر صادقؑ کی اس گفتگو کا دوسرا اہم نقطہ تزکیہ وریاضت نفس ہے۔ قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے" وہی ہے جس نے عرب کے ناخواندہ لوگوں میں ان ہی کی قوم میں سے ایک پیغمبر بھیجا جو کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا ہے اور ان کو عقائد باطلہ واخلاق ذمیمہ سے پاک کرتا ہے اور ان کو کتابیں اور دانشمندی (کی باتیں) سکھاتا ہے۔ ۱۵ تزکیہ ،علم اور حکمت یہ تینوں صفات بنیادی طور پر قوم اور فرد کی اصلاح میں اساسی نوعیت کے حامل ہیں۔ یہ تینوں جس ترتیب کے ساتھ آیت بالا میں مندرج ہیں، ان مراحل سے گذر کر نفع بخش ہوتے ہیں ، اسلامی تاریخ کے ذرّیں صفحات اس بات کے گواہ ہیں۔ تزکیہ صفائی کے معنی میں آتا ہے۔ لہٰذا ہر علم کے حصول سے قبل نفس کی تطہیر ضروری ہے۔ علم اللہ کا نور ہے۔ اس اسلامی تصور سے قطع اسے یوں سمجھا جاسکتا ہے کہ لذیذ وشیریں شربت کوکسی گندے گلاس میں انڈیلیں تو شربت بدمزہ وبدذات ہوجاتا ہے۔ شربت کی لذّت وفرحت ختم ہوجاتی ہے۔ اس نقطہ نظر سے حصول سے قبل یا علم کو ظرف انسانی میں ڈالنے سے قبل

انسانی ظرف یعنی قلب انسانی کی تطہیر ضروری ہے۔ قلب انسانی جو عموماً مختلف اوہام وخرافات کی آماجگاہ ہوتا ہے۔ اس کی صفائی کے لئے خدائے عزّ وجلّ کی وحدانیت کو مختلف اسلوب میں قلب کے اندر جاگزین کرنا از حد ضروری ہے۔

ریاضت نفس کے عمل میں نفسانی چاہت کی خواہ وہ جائز ہی کیوں نہ، مکمل بیخ کنی کی جاتی ہے اور صبر کی تلقین کرنا ضروری ہوجاتا ہے۔ مگر اسلام بدن کو بھوکا رکھنے کو قطعی ناپسند کرتا ہے۔ اس نے تو پاک چیزوں کو بھی مباح کیا ہے اور اس پر شکر کا مطالبہ بھی کیا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔'' اگر تم حقیقت میں اللہ ہی کی بندگی کرنے والے ہو تو جو پاک چیزیں ہم نے تمہیں بخشی ہیں انہیں بے تکلّف کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو[۱۶] لیکن اسی کے ساتھ زیادہ کھانے کے محرّکات کے خلاف آگہی بھی دیتا ہے۔ ارشاد باری ہے'' کھاؤ، پیو اور حد سے تجاوز نہ کرو[۱۷] کیونکہ اسلام جسم کے ساتھ دشمنی کو مسترد کرتا ہے اور حدود کے اندر پاک وخوشگوار چیزوں سے فائدہ اٹھانے کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ ساتھ ہی تقدیر، صبر و رضا قناعت، تزکیہ اور ریاضت نفس کے لئے اکل حلال کی بات کرتا ہے۔ ارشاد ربّانی ہے۔ پس اے لوگو! اللہ نے جو کچھ حلال اور پاک رزق تم کو بخشا ہے اسے کھاؤ اور اس کے احسان کا شکر ادا کرو، اگر تم واقعی اس کی بندگی کرنے والے ہو۔[۱۸] حدیث نبویؐ ہے جس نے اسلام قبول کیا اور جسے رزق کفاف دیا گیا اور اللہ نے جسے قناعت عطا کی وہ فلاح یافتہ ہوا۔[۱۹] رزق کفاف اوسط درجے کی ضرورت کے مطابق رزق کا نام ہے۔ خلیفہ دوم سے روایت ہے کہ میں نے رسولؐ اللہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم اللہ پر توکّل (اعتماد) کرو جیسا کہ حق ہے توکل کرنے کا تو وہ تمہیں اس طرح رزق دے گا جس طرح پرندوں کو دیتا ہے کہ وہ صبح کو خالی پیٹ جاتے ہیں اور شام کو پیٹ بھر کر اپنے گھونسلوں میں واپس آتے ہیں۔[۲۰] توکّل کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر اعتماد، اس کی قدرت وحکمت پر بھروسہ اور اس کے وعدوں پر یقین ہو۔ اسی لئے اہل تقویٰ کا کھانا اور ان کا سونا بھی عبادت ہے کیونکہ اس طرح انہیں ضروری طاقت اور راحت حاصل ہوتی ہے۔

امام جعفر صادقؑ کا قول ہے کہ'' خدا نے جنّت اور دوزخ اسی دنیا میں بنادی ہے۔ عافیت جنّت میں ہے اور مصیبت دوزخ میں۔ عافیت یہ ہے کہ تو اپنا کام اللہ پر چھوڑ دے اور مصیبت یہ ہے کہ تو اسے نفس کے حوالے کردے۔[۲۱] اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔'' ہوسکتا ہے ایک چیز تمہارے لئے ناگوار ہو وہی تمہیں پسند ہو اور ایک چیز تمہیں پسند ہو مگر وہی تمہارے لئے بری ہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں

جانتے ۲۲؎ سیّد نا شیخ عبد القادر جیلانیؒ (م ۵۹۱ھ) نے اسی لئے نصیحت کی تھی کہ ''کتاب وسنت کو اپنے سامنے رکھو، تامل وتدبّر کے ساتھ ان دونوں کا مطالعہ کرو اور انہیں اپنا دستور العمل بناؤ اور قال وقیل اور ہوا وہوس سے دھوکا نہ کھاؤ ۲۳؎ اسی لئے صوفیا نے کہا ''علم بیج ہے، عمل کھیت ہے اور اخلاص اس کا پانی ہے۔ ۲۴؎

امام جعفر صادقؑ کی گفتگو کا تیسرا اہم پہلو حلم وبردباری ہے۔ حکمت ومصلحت، علم کے بغیر ناممکن ہے اور بردباری وحلم ریاضت نفس کے بغیر امر محال ہے۔ تطہیر نفس کے عمل سے گذرنے کے بعد علم عطا کیا۔ علم کے بعد حلم و بردباری ودیعت کی گئی۔ حلم وبردباری کا مطلب محض مصلحت کوشی سے کام لینا نہیں ہے۔ دور بيني ودور اندیشی کا مطلب مطابقت طرز عمل (Adjusting attiude) قطعی نہیں ہے۔ حکمت ومصلحت کا مفہوم تو یہ ہے کہ کس وقت کس چیز کی، کس کے لئے کتنی ضرورت ہے۔ موقع شناسی ومردم شناسی علم نبویؐ کا مغز ہے۔ اسی لئے اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظت کے ساتھ دعوت دیجئے اور ان سے احسن طریقے سے بحث کیجئے ۲۵؎۔'' کا حکم آیا ہے۔

مسلمان اس بات کا مکلّف ہے کہ وہ اپنے معاملے کی تدبیر بھی کرے اور ساتھ ہی اسے اپنے پروردگار کے حوالے بھی کردے۔ باالفاظ دیگر اپنا فرض پورا کرے اور اپنے عمل کے نتائج کو باری تعالیٰ کی مرضی پر چھوڑ دے۔ اسی لئے قرآن کریم میں ارشاد ہوا'' اے نبیؐ نرمی ودرگذر کا طریقہ اختیار کرو، معرفت کی تلقین کئے جاؤ اور جاہلوں سے نہ الجھو۔'' مزید کہا گیا ہے جو غصّے کو پی جاتے ہیں اور دوسروں کے قصور کو معاف کردیتے ہیں اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو محبوب رکھتا ہے۔'' ۲۶؎ ایک اور جگہ ارشاد ربّانی ہے۔ ایک میٹھا بول اور کسی ناگوار بات پر ذراسی درگذر، اس خیرات سے بہتر ہے جس کے پیچھے ایذارسانی ہو، اللہ بے نیاز ہے اور بردباری اس کی صفت ہے۔ ۲۷؎ حدیث رسولؐ بھی ہے کہ ''میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کردوں ۲۸؎۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی نے ایک دفعہ رسولؐ اللہ سے عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ خدا سے نجات کی کیا صورت ہے۔ جواب ملا کہ اپنی زبان پر قابو رکھو، قناعت اختیار کرو اور اپنی خطاو پر آنسو بہاؤ۔ ۲۹؎ '' حضرت ابو درڈا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا'' قیامت کے دن مومن کی ترازو میں حسن خلق سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی اور اللہ فحش گو اور بے ہودہ لوگوں سے نفرت کرتا ہے۔ ۳۰؎

متذکّرہ بالا معروضات کے علاوہ ان نکات کی تفہیم ایک دنیاوی مثال سے یوں بھی ممکن

ہے کہ فوجیوں کو پہلے ٹریننگ دی جاتی ہے، اس کے بعد انہیں فرائض منصبی ومشاغل کی جانکاری فراہم کی جاتی ہے اور پھر انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے کہ محاذ پر لڑتے وقت حلم وبردباری سے کام لیں۔

قرآن وحدیث نبویؐ سے جس حلم وبردباری کی باربار تلقین ہورہی ہے ۔ اسی کی توضیح وتشریح حضرت امام جعفر صادقؑ نے جناب عنوان سے سہل انداز میں فرمائی تھی۔آپؑ علم وعمل ریاضت وعبادت زہد وتقویٰ ، فقہ اور بصیرت اسلامی میں یکتائے زمانہ تھے۔ ایک صاحب حال شخصیت جن کے تمام ظاہری وباطنی وعلوم کے نکات ومعانی نہایت ارفع واعلیٰ ہیں۔ جن کے تقویٰ وخشیت الٰہی کا عالم یہ ہے کہ جب جناب داؤد نے آپ سے فرزند رسولؐ ہونے کی بزرگی وفضیلت کے پیش نظر نصیحت کرنے کی التجا کی تو آپ نے فرمایا'' مجھے خوف ہے کہ کہیں قیامت کے دن میرے جد بزرگوار مجھ سے اس بات پر گرفت نہ کریں کہ تو نے میری پیروی پوری طرح کیوں نہیں کی تھی اور اس فرض کی تعمیل وتکمیل محض حسب ونسب سے نہیں ہوسکتی بلکہ معاملات اور اعمال کی درستی پر موقوف ہے[۱۳]

مراجع:

۱۔(سورۂ قصص :۸۳)

۲۔(سنن ترمذی)

۳۔ علاّمہ محمد غزالی : اسلامی تصوف : اسلام کا روحانی ونفسیاتی پہلو ، مترجم ابومسعود اظہر ندوی مکتبہ اشاعت القرآن دہلی ۲۰۰۰ء،ص ۷۷۔۱۷۴

۴۔سید عروج احما قادری : اسلامی تصوف ،مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز ،نئی دہلی، ۲۰۰۳ء،ص ۱۳۱۔

۵۔امام غزالی : احیاءعلوم الدین ، جلد ۱ ،ص ۶

۶۔القرآن: سورۂ علق ، آیات ۵۔۱

۷۔سنن الدارمی: کتاب المقدمہ ، باب التوبیخ لمن یطلب العلم لغیر اللہ، حدیث نمبر ۳۶۷

۸۔القرآن : سورۂ طٰہٰ، آیت ۱۱۴

۹۔ایضاً : سورہ مجادلہ، آیت ۱۱

۱۰۔ ایضاً : سورہ زمر، آیت ۹

۱۱۔ ایضاً : سورۂ فاطر، آیت ۲۸

۱۲۔صحیح البخاری جلد ۱ ،ص ۱۶

۱۳۔سنن ابو داؤد، جلد ۲، ص ۷۷،سنن ابن ماجہ،ص ۱۷
۱۴۔شیخ ابونصر سراج طوسی ،کتاب اللمع ،مترجم نکلسن ، لیڈن ۱۹۱۴ء،ص ۲۴۔
۱۵۔القرآن: سورۂ جمعہ، آیت ۲۔
۱۶۔ایضاً: سورۂ بقر،آیت ۱۷۲۔
۱۷۔ایضاً: سورۂ اعراف، آیت ۳۱۔
۱۸۔ایضاً: سورۂ نمل ، آیت ۱۱۶۔
۱۹۔صحیح مسلم، کتاب الزکوٰۃ ، باب فی الکفاف والقناعہ، حدیث ۱۷۴۶۔
۲۰۔سنن ترمذی ، کتاب الزہد، باب فی التوکل علی اللہ، حدیث ۲۲۶۶۔
۲۱۔نسیم احمد علوی جھنجھانوی : احوال واقوال بزرگان دین، ادارۂ مدرسۂ نورمحمدیہ ، قصبہ جھنجھانہ مظفرنگر، ۱۹۷۸ء،ص ۷۷۔
۲۲۔القرآن : سورۂ بقر، آیت ۲۱۶۔
۲۳۔سید عروج احمد قادری،ص ۲۱۔
۲۴۔ایضاً: ص ۹۵۔
۲۵۔القرآن : سورۂ نمل، آیت ۱۲۵۔
۲۶۔ایضاً: سورۂ اعراف ، آیت ۱۹۹۔
۲۷۔ایضاً: سورۂ آل عمران ، آیت ۱۳۴۔
۲۸۔مؤطا امام مالک، کتاب الجامع ، باب ماجاء فی حسن الخلق، مسند احمد، حدیث ۸۵۹۵۔
۲۹۔سنن ترمذی ، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان ، حدیث ۲۳۳۰۔
۳۰۔ایضاً: کتاب البر والصلۃ ، باب ماجاء فی حسن الخلق، حدیث ۱۹۲۵۔
۳۱۔نسیم احمد علوی جھنجھانوی ،ص ۷۶۔
۳۲۔شاہ محمد عاشق پھلتی: القول الجلی ، ملفوظ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، ترجمہ وحواشی: مولوی حافظ تقی انور علوی کاکوروی،خانقاہ کاظمیہ، کاکوری،لکھنؤ ۱۹۸۸،ص ۱۰۵۔